نیشنل لیگ کے متعلق اہم اور ضروری ہدایات

(فرمودہ ۹/اگست ۱۹۳۵ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں ذکر کیا تھا کہ خالی دعوے نہ تو دنیا کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ دعوے کرنے والے کو۔ میں افسوس سے دیکھتا ہوں کہ یہ زمانہ سب سے زیادہ اس مرض میں مبتلاء ہے کہ لوگ باتیں بہت کرتے ہیں اور کام کم کرتے ہیں۔لوگ خیالی اصول بناتے ہیں، ان کے لئے مجلسیں قائم کرتے ہیں ،ان کی تائید میں ریزولیوشن پاس کرتے ہیں اور ان کو پھیلانے کے لئے پروپیگنڈا کرتے ہیں لیکن نہ خود ان پر عمل کرتے ہیں اور نہ انہیں حقیقی خواہش اس امر کی ہوتی ہے کہ لوگ ان پر عمل کریں صرف ایک نمود اور شُہرت کی خواہش ہوتی ہے جو انہیں لئے لئے پھرتی ہے۔

جو مرض زمانہ میں پھیلا ہوا ہو وہ ان جماعتوں پر بھی اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو اس مرض میں مبتلاء نہ ہوں یا مبتلاء نہ رہنا چاہیں مگر ہمسائیوں کے ساتھ رہنے پر مجبور ہوں۔ جب طاعون پڑتی ہے، ہیضہ آتا ہے اور انفلوئنزا کا دَورہ ہوتا ہے تو ان سے وہ لوگ تو متأثر ہوتے ہی ہیں جن کے اندر انہیں قبول کرنے کا مادہ ہوتا ہے مگر بعض وہ لوگ بھی متأثر ہو جاتے ہیں جو اپنی طرف سے ان سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں گو احتیاط کرنے والے کم مبتلاء ہوتے ہیں اور نہ کرنے والے زیادہ۔مگر شکار دونوں فریق ہوتے ہیں۔پس اِس زمانہ میں جب دنیا میں لفظوں سے کام چلانے کی کوشش کی جاتی ہے اگر ہماری جماعت بھی باوجود تمام نیک ارادوں کے اور باوجود ان تمام سامانوں کے جو اللہ تعالیٰ نے

اس کی حفاظت کے لئے مہیا کئے ہیں ایک حد تک اس میں مبتلاء ہو جائے تو یہ کوئی عجیب بات نہیں لیکن محض اس وجہ سے کہ لوگ ایسے امراض میں مبتلاء ہؤا ہی کرتے ہیں تسلّی نہیں ہو سکتی۔ اگر ہمارے اندر کوئی لغو، مُضِر اور نقصان دہ چیز ہو تو اس کے چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر جماعت ریزولیوشنوں، زبانی شور وشر اور ظاہری اظہارِ ناراضگی تک ہی اپنی کوشش کو محدود رکھے تو اسے ہر معقول انسان جو اسلام اور احمدیت کو سمجھتا ہے ناپسند کرے گا۔

اسلام عمل پر زور دیتا ہے۔ پانچ نمازوں میں سے صرف تین میں بلند آواز سے قرأت پڑھی جاتی ہے اور ان کا بیشتر حصہ بھی خاموشی کی عبادت پر مشتمل ہے اور باقی دو نمازیں بالکل خاموشی سے ادا کرنے کا حکم ہے۔ اس میں ایک سبق ہے کہ باتیں اور باتیں اور باتیں ہی کرتے جانا مفید چیز نہیں۔ انسان کو چاہئے کہ نیک ارادہ رکھے اور پھر اس پر عمل کرے۔ اس کا کیا فائدہ ہے کہ یونہی شور کیا جائے، کام ہی ہے جس سے منافق کو مؤمن سے الگ کیا جا سکتا ہے، باتوں میں تو ہر کوئی شامل ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی مجالس میں منافق سب سے آگے آ کر بیٹھتے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ لکڑیوں کے ستون ہیں جن پر چھت کا سہارا ہے اور دیکھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ یہ لوگ سب سے معتبر ہیں لیکن کام کے وقت وہ بھاگ جاتے تھے۔[1] باتوں کے وقت کیا پتہ لگ سکتا ہے کہ کون حقیقی مؤمن ہے اور کون منافق ہے۔ دُھواں دھار تقریریں کرنا اور بڑے بڑے ریزولیوشنز پاس کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ یونہی کاغذ سیاہ کرنے سے کیا فائدہ؟ ریزولیوشن پاس کر کے ایک نقل مجھے، ایک الفضل کو اور ایک حکومت کو بھیج دینا کون سا مشکل کام ہے کون ایسا ذلیل، بُزدل اور کمزور انسان ہوگا جو دو حرف لکھ کر شائع نہیں کرا سکتا جس چیز میں آ کر بزدل رہ جاتے ہیں وہ کام ہے۔ منافق حقیقی قربانی کے وقت کھسک جاتے ہیں۔ جو لوگ رسول کریم ﷺ سے اس قدر اخلاص کا اظہار کرتے تھے اور اپنی بہادری کے بڑے بڑے دعوے کیا کرتے تھے جب جنگ احد کا وقت آیا تو رستہ میں ہی چھوڑ کر گھروں کو چلے آئے اور صاف کہہ دیا کہ یہ لڑائی نہیں، موت ہے اور اس میں شامل ہونا خواہ مخواہ قوم کو تباہی کے منہ میں لے جانے کے مترادف ہے۔ اس قِسم کے آدمی باتوں میں تو شامل ہو سکتے ہیں مگر عمل ان کی حقیقت کو ظاہر کر دیتا ہے اس لئے میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ پہلے حقیقی قربانی کی روح پیدا کرنی چاہئے اور پھر امید رکھنی چاہئے کہ کوئی لیڈر پیدا ہو جو راہنمائی

کرے۔ راہنمائی کے لئے سپاہیوں کی ضرورت ہوتی ہے، یہ دنیا میں کبھی نہیں ہؤا کہ بغیر سپاہیوں کے کوئی بڑے سے بڑا جرنیل بھی کامیاب ہوگیا ہو حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ نے کسی رسول کو بھی یہ حکم نہیں دیا کہ اکیلے جنگ کرو جب تک پہلے لشکر نہ تیار ہو اللہ تعالیٰ انبیاء کو بھی اکیلے جنگ کے لئے نہیں بھیجتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے پہلے لشکر تیار ہوا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لشکر تیار ہؤا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے لشکر تیار نہیں ہؤا لیکن ان کو جنگ کا حکم بھی نہیں دیا بلکہ کہا کہ جاؤ اور سولی پر چڑھ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو کام تلوار سے لیا وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سولی سے لے لیا۔ وہ جس ذریعہ سے چاہے کامیابی عطا کر دیتا ہے، اس نے مؤمن سے قربانی لینی ہے، جس رنگ میں چاہے لے لے۔ پس یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اگر فوج نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس کامیابی کا کوئی ذریعہ ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے قوانین کا خود احترام ہے جس طرح دُنیوی بادشاہوں کو بھی ہوتا ہے اور وہ ان قوانین کا احترام کرتے ہوئے اپنے دین کی کامیابی کا کوئی نہ کوئی ذریعہ نکال لیتا ہے اور ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ اس زمانہ میں بھی کوئی نہ کوئی رستہ اس نے کامیابی کا مقرر کیا ہے مگر صاف ظاہر ہے کہ وہ رستہ تلوار کا نہیں ہوسکتا ورنہ سپاہی بھی ساتھ ہوتے۔

پس اس زمانہ میں کامیابی کا رستہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح سولی پر چڑھنے کا رستہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم میں سے جو لوگ دعوے کرتے ہیں کیا وہ سولی پر چڑھنے کو تیار بھی ہو سکتے ہیں، قید و بند کے مصائب جھیل سکتے ہیں، ماریں اور جوتیاں کھا سکتے ہیں، گالیاں سن سکتے ہیں، لٹھ کھانے کے لئے تیار ہیں، یا اور کسی رنگ کے مصائب جو ان کے لئے مقدر ہیں، اُٹھانے کو تیار ہیں، اگر تیار ہیں تو ان کے لئے کامیابی بھی یقینی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کسی اور جماعت کو کھڑا کر دے گا۔ تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ اپنے وطن اور اپنی جان و مال کی قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہے کیونکہ یہی وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کامیابی کا رستہ کھولتا ہے اور اگر جماعت ان چیزوں کے لئے تیار نہیں تو وہ کبھی بھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتی خواہ لاکھ سال ریزولیوشنز پاس کرتی رہے۔ ریزولیوشنز سے نہ خدا خوش ہوسکتا ہے اور نہ اس کے بندے اور نہ کوئی معقول انسان انہیں مفید سمجھ سکتا ہے اسی لئے میں نے توجہ دلائی تھی کہ دُھوآں دھار تقریروں کی بجائے اپنے آپ کو منظّم کریں میں نے ایک رستہ بتایا تھا اور وہ نیشنل لیگ کا

رستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کامیابی کے لئے دو طریق رکھے ہیں ایک تقدیر کا اور ایک تدبیر کا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو دنیا میں بھیجتا ہے تو اس کے لئے یہ دونوں چیزیں رکھتا ہے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں برکت دیتا ہے اور دنیا سمجھتی ہے اس کی تقدیر اچھی ہے۔ پھر اسے عقل و فہم عطا کرتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں یہ اچھا مدبّر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو قانون کے احترام کا حکم دیا ہے اس لئے ہم میں سے ہر ایک سوائے سرکاری ملازموں کے اور سوائے ایسے لوگوں کے جن کے حکومت کے ساتھ تعلقات کی نوعیت مانع ہو تدبیر کی تلوار چلا سکتا ہے اور اگر خدا تعالیٰ پر توکل ہو تو خدا تعالیٰ اس میدان میں بھی ہمیں ایسی ترقی دے سکتا ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں ہوتی۔ جو لوگ اخلاص سے اللہ تعالیٰ کے بندے بن جاتے ہیں، ان کی عقلیں بھی تیز ہو جاتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ مکّہ تعلیم میں پیچھے تھا مگر پھر بھی وہاں پڑھے لکھے لوگ موجود تھے لیکن رسول کریم ﷺ بالکل اَن پڑھ تھے، پھر مکّہ میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو دیگر ادیان کے متعلق واقفیت رکھتے تھے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قِسم کی بھی کوئی واقفیت نہ تھی، مگر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مقام پر کھڑا کیا جس کا دنیا کو مدت سے انتظار تھا تو آپ کو ایسی فراست اور عقل عطا کی کہ آج بھی ساری دنیا آپ کے علوم کو دیکھ کر حیران ہوتی ہے۔ آپ نے فنونِ جنگ میں، تعلیم میں، تربیت میں، علم النفس میں، تجارتی امور میں ایسی اصلاحات فرمائی ہیں اور چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی باتوں میں ایسی تعلیم دی ہے کہ دنیا دنگ ہے۔ آجکل تجارت میں سب سے زیادہ زور ریکارڈ اور رسیدوں پر دیا جاتا ہے لیکن یہ تعلیم آج سے ساڑھے تیرہ سَو سال قبل رسول کریم ﷺ نے دی تھی اور قرآن کریم میں موجود ہے۔ آج کہا جاتا ہے کہ عورتوں کی تعلیم کے بغیر ملک ترقی نہیں کر سکتا لیکن رسول کریم ﷺ نے اس پر اتنا زور دیا کہ فرمایا جس شخص کی دو لڑکیاں ہوں اور وہ ان کو تعلیم دلائے اور اچھی تربیت کرے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں گھر عطا کرے گا۔ [۲] غرض جتنی باتیں دنیا کی ترقی کے لئے ضروری ہیں، سب اسلام میں موجود ہیں اور جو باتیں مُضِر سمجھی جاتی ہیں، ان سے اجتناب کا حکم ہے۔ غور کرو رسول کریم ﷺ کو یہ علوم کہاں سے حاصل ہوئے؟ خدا تعالیٰ کے سوا کسی نے آپ کو یہ نہیں سکھائے کیونکہ دُنیوی طور پر تو آپ دستخط کرنا بھی نہ جانتے تھے۔

پس یاد رکھو اگر خدا تعالیٰ پر توکّل کرتے ہوئے اس کام کو کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں

ایسے غیبی علوم دیئے جائیں گے کہ جن باتوں کو تم آج نہیں سمجھ سکتے، کل تم حیران ہو گے کہ یہ باتیں کسی کی نظر سے مخفی رہ کس طرح سکتی ہیں۔ گزشتہ خطبہ کے سلسلہ میں ہی میں آج بعض ضروری باتیں بیان کرتا ہوں۔

پہلی چیز تو یہ ہے کہ جن لوگوں کو قانونی لحاظ سے نیشنل لیگ میں شامل ہونے میں کوئی رُکاوٹ نہیں وہ اپنے نام لکھوا دیں، اس کے بعد اپنے اپنے ہاں سیاسی انجمنیں بنائیں اور مرکزی جماعت سے ان کا الحاق کریں اور اس کے بعد وہ باتیں جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں ان پر عمل کریں۔ میرے خطبات کو اگر غور سے پڑھیں تو ان میں سے بہت سی باتیں وہ نکال سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ گو میں نے کہا ہے کہ اگر ایسا موقع آئے جب لیگ کو میری ہدایت کی ضرورت ہو تو میں اس سے دریغ نہ کروں گا لیکن پھر بھی انہیں چاہئے کہ خود اپنے نفسوں پر زور دے کر ایسی باتیں معلوم کریں۔ بعض موٹی موٹی باتیں میں بیان بھی کر دیتا ہوں۔

ہمیشہ یاد رکھو کہ کچھ لیڈر رہوتے ہیں اور باقی متبع۔ اور زندہ قومیں جانتی ہیں کہ لیڈروں کی قیمت کیا ہوتی ہے۔ جب کسی قوم کے متعلق یہ معلوم کرنا چاہو کہ وہ زندہ ہے یا مُردہ تو یہ دیکھ لو کہ وہ اپنے لیڈروں کی عزت کرتی ہے یا نہیں۔ جو شخص اپنے سر کو نہیں بچاتا وہ زندہ نہیں رہ سکتا، اگر سر سلامت ہو تو ٹانگیں خواہ ٹوٹی ہوئی ہوں، پیٹ میں گولی لگی ہوئی ہو، پھر بھی انسان کچھ کام کر سکتا ہے مگر جب سر نہ ہو تو باقی سب کچھ سلامت ہونے کے باوجود انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ جاہل لوگ کوشش کرتے ہیں کہ اپنے لیڈروں کو پہلے قربان کریں وہ اس کا نام نیک نمونہ رکھتے ہیں مگر یہ بے وقوفی کی علامت ہے۔ اگر کوئی بزدل ہے تو وہ لیڈری کا مستحق ہی نہیں لیکن جب کسی کو لیڈر بنا لیا جائے تو پھر اسے پہلے قربان کرنے کی کوشش کرنا حماقت ہے۔ پس تمہاری پہلی کوشش تو یہ ہونی چاہئے کہ ایسے لوگوں کو لیڈر بناؤ جو مخلص، قربانی کرنے والے اور فرض کی خاطر جان دینے سے ڈرنے والے نہ ہوں، لیڈری کے لئے ایسے ہی لوگ تلاش کرو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا ۔[3] جو اہل ہوں اُن کو لیڈر بناؤ اور جب بنا لو تو پھر اس بات کو کبھی فراموش نہ کرو کہ لیڈر بمنزلہ دماغ کے ہے اور دوسرے لوگ ہاتھ پاؤں ہیں اس لئے اُس کی بہادری کا امتحان نہ کرو۔ رسول کریم ﷺ سے زیادہ بہادر کون ہو سکتا تھا، جنگ حنین کے موقع پر غفلت کی وجہ سے جب اسلامی لشکر

پراگندہ ہو گیا اور صرف بارہ آدمی آپ کے ساتھ رہ گئے ، اُس وقت چار ہزار تجربہ کار تیر انداز جھاڑیوں میں بیٹھے تیروں کی بارش برسا رہے تھے ، سپاہی سب بھاگ چکے تھے اور یہی وقت لیڈر کی بہادری ظاہر ہونے کا تھا۔صحابہ نے آپ سے عرض کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! یہ آگے بڑھنے کا وقت نہیں جب تک لشکر دوبارہ جمع نہ ہو، آپ بھی واپس چلیں حتّٰی کہ ایک مخلص نے آگے بڑھ کر آپ کی سواری کی باگ پکڑ لی کہ خطرہ کی حالت ہے آگے جانا درست نہیں مگر آپ نے سواری کو ایڑھ لگائی اور

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ [۴]

کہتے ہوئے آگے بڑھے۔اس کا مطلب یہ تھا کہ میں سچا نبی ہوں ، جھوٹا نہیں ہوں ، ایسے موقع پر بھاگ نہیں سکتا اور پھر تم یہ بھی خیال نہ کرنا کہ میں اپنے اندر خدائی طاقتیں رکھتا ہوں میں انسان ہوں اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں ۔آخر اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان کر دیئے کہ لشکر پھر جمع ہو گیا اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی لیکن رسول کریم ﷺ نے اپنے عمل سے بتا دیا کہ آپ کسی خطرہ سے نہیں ڈرتے تھے مگر باوجود اس کے بدر کے موقع پر صحابہ نے بڑے اصرار سے آپ کے لئے پیچھے جگہ بنائی اور ایک تیز رَو اونٹنی پاس باندھ دی اور عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مدینہ میں بعض ہمارے بھائی ہیں جنہیں علم نہ تھا کہ ایسی خطرناک جنگ ہونے والی ہے ورنہ وہ لوگ ہم سے کم اخلاص رکھنے والے نہ تھے ، وہ سب یہاں آتے ، اب کفار کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ہم تھوڑے ہیں ، ان کے پاس سامان بہت ہے اور ہمارے پاس کم ممکن ہے ہم مارے جائیں اس لئے ہم نے تیز ترین اونٹنی آپ کے پاس باندھ دی اور گارد مقرر کر دی ہے جو آخری دم تک آپ کی حفاظت کرے گی لیکن اگر گارد کے آدمی بھی مارے جائیں تو آپ اس اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ میں پہنچ جائیں ، وہاں ایک ایسی جماعت ہے جو اسلام کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دے گی ۔ [۵] صحابہ نے اُس وقت یہ نہیں کہا کہ آپ تو خدا کے رسول ہیں ، خدا کی خاص حفاظت میں ہیں آپ کو نمونہ دکھانا چاہئے ، آپ پہلے میدان میں نکلیں اور بعد میں ہم نکلیں گے ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی مثال تمہارے لیکچرار ہمیشہ دیتے ہیں اور میں بھی دیا کرتا ہوں اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہی کہا تھا۔اِذْھَبْ اَنْتَ وَ رَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوْنَ [۶] کہ آپ جائیے۔آپ خدا کے رسول ہیں اس لئے آپ پر وہ کوئی مصیبت نہ لائے گا اور خدا پر تو کوئی مصیبت آ ہی نہیں سکتی اس لئے آپ دونوں جا کر لڑیں ، ہم یہاں بیٹھے ہیں جب فتح

حاصل ہو جائے گی تو آ جائیں گے لیکن صحابہ نے آپ کی لیڈری کا تجربہ نہیں کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ بمنزلہ دماغ کے ہیں۔ اگر آپ کو نقصان پہنچا تو دُنیوی لحاظ سے پھر اسلام کی کامیابی کی کوئی سبیل نہیں اس لئے انہوں نے آپ کو اصرار سے پیچھے بٹھایا اور جب رسول کریم ﷺ نے جنگ سے پہلے مشورہ کیا تو ایک انصاری نے کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ جاؤ تم اور تمہارا ربّ لڑتے پھرو ہم سچے دل سے ایمان لائے ہیں اور اگر جنگ ہوئی تو ہم آپ کے آگے لڑیں گے، پیچھے لڑیں گے، دائیں لڑیں گے اور بائیں لڑیں گے اور دشمن آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکے گا جب تک کہ وہ ہماری لاشوں کو روند کر نہ آئے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم پیچھے رہتے ہیں اور آپ آگے جائیں آپ کے بعد ہم آئیں گے۔ تو عقلمند جماعتیں ہمیشہ اپنے لیڈروں کی حفاظت کرتی ہیں پس جن لوگوں کو لیڈر بناؤ تمہارا فرض ہے کہ خود قربانی کر کے بھی ان کی حفاظت کرو۔ جس حد تک میرا معاملہ تھا، میں نے کبھی اس قِسم کی تحریک نہیں کی اور اپنے اکیس سالہ عہدِ خلافت میں یہ بات کبھی پیش نہیں کی لیکن اب چونکہ دوسروں کا معاملہ ہے اس لئے مَیں بغیر کوئی شرم محسوس کئے تم کو نصیحت کر سکتا ہوں کہ منافق تمہارے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ یہ اچھے لیڈر ہیں جو خود پیچھے رہتے اور دوسروں کو آگے کرتے ہیں لیکن تمہارے دل میں یہ سوال پیدا ہی نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ سوال ہونا چاہئے کہ خود لیڈروں کو پیچھے کرو اور آپ آگے بڑھو۔ یاد رکھو جو بُزدل ہے وہ لیڈری کے قابل ہی نہیں اور جسے تم لیڈر بنا لیتے ہو اُس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے نزدیک وہ بہادر اور عقلمند ہے اور تم اس کی بہادری اور دانشمندی کا اقرار کرتے ہو اور جب ایک دفعہ تسلیم کر لیا تو پھر دوبارہ امتحان کا مطلب ہی کیا ہو سکتا ہے۔ اگر اس کے متعلق کوئی شبہ تھا تو پہلے بنانا ہی نہیں چاہئے تھا اور جب بنا لیا تو پھر تمہارا فرض یہی ہے کہ خود آگے بڑھو اور اسے کہو کہ آپ دوسروں کی حفاظت کیلئے پیچھے رہیں۔ پس ایک تو یہ نصیحت ہے جو میں کرتا ہوں۔ دوسری وہ ہے جس کی طرف خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے توجہ دلائی ہے۔

میں نے پچھلے جمعہ میں بھی کہا تھا اور اس کی تصدیق میں مجھے ایک الہام بھی ہؤا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ شریعت اور قانون کے خلاف کوئی کام کر کے ہماری فتح فتح نہیں کہلا سکتی بلکہ اس طرح تم اپنے آپ کو بدنام اور رُسوا کر لو گے۔ تین چار روز کی بات ہے میں پالم پور میں ہی تھا اور صبح کی نماز کے لئے آنے کو تیار تھا، چارپائی سے پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھا تھا، کچھ سستی کی سی حالت تھی کہ جاگتے ہوئے

میرے قلب پر یہ فقرہ نازل ہؤا۔

''تم گناہ سے افسردگی اور افسوس تو پیدا کر سکتے ہو مگر ہمدردی نہیں''

دنیا میں ہمیشہ دو ہی قسم کے ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں، گناہ کے یا نیکی کے۔ نیکی کا ذریعہ بسا اوقات زیادہ قربانی چاہتا ہے اور گناہ کا کم لیکن اصل فتح وہی ہوتی ہے جو نیکی کے ذریعہ سے ہو۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں کئی جنگیں ہوئیں جن میں کفار مارے بھی گئے لیکن اگر اس طرح جنگیں کرنے کی بجائے صحابہ یہ کرتے کہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ وغیرہ مخالفین کے ہاں جا کر نوکر ہو جاتے اور موقع پا کر قتل کر دیتے تو ایسا کر سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اگر وہ ایسا کرتے تو یہ طریق ان کی نیک نامی کا موجب نہ ہوسکتا۔ بسا اوقات مشابہہ واقعات بھی مخالف کے لئے اعتراض کا موقع پیدا کر دیتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی زندگی میں دو واقعات ہی ایسے ہوئے ہیں اور وہ اگرچہ بالکل جائز اور درست تھے۔ اور ایسے علاقوں میں اور ایسے حالات میں رونما ہوئے کہ انہیں ناجائز نہیں کہا جا سکتا مگر آج تک دشمن ان کی بناء پر اعتراض کرتے آتے ہیں بدر اور اُحد وغیرہ جنگوں میں بھی دشمن مارے گئے اور اس کے مقابل پر باطنی فرقہ والوں نے بھی بڑے بڑے مسلمانوں کو مارا حتّٰی کہ مشرق قریب میں تمام بڑے بڑے مسلمانوں کو انہوں نے مار دیا مگر آج باطنیوں کا نام ذلّت سے لیا جاتا ہے لیکن صحابہ نے بھی دشمنوں کو مارا مگر ان کا یہ فعل ذلیل نہیں سمجھا جاتا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی جب عیسائیوں سے لڑ رہا تھا تو باطنی اس کو مارنے کی تجویزوں میں تھے اور تین بار اس پر حملہ ہؤا مگر وہ بچ جاتا رہا۔ ایک دفعہ ایک باطنی اس کے پاس آ کر نوکر ہؤا اور اس نے اس قدر اعتماد حاصل کر لیا کہ خاص سلطان کے خیمہ کا پہرہ دار مقرر ہو گیا۔ ایک روز جب سلطان نماز پڑھ رہا تھا وہ اس کی طرف بڑھا مگر مصلّے سے ٹھوکر کھا کر گرا۔ سلطان نے اس کی نیت بھانپ کر سجدہ میں ہی اس کی گردن پکڑ لی اور جب دیکھا تو اس کے پاس خنجر تھا۔ اس میں تو شک نہیں کہ وہ دلیر لوگ تھے، قربانی کی روح بھی رکھتے تھے۔

ایک دفعہ ایک عیسائی بادشاہ فلپ نامی باطنی سردار سے ملنے گیا تا سلطان صلاح الدین کے خلاف اس سے امداد حاصل کرے۔ جس مکان میں وہ بیٹھے تھے وہ ایک بلند عمارت تھی جس کی کھڑکیوں کے اِردگرد پہریدار کھڑے تھے۔ سردار نے عیسائی بادشاہ سے کہا کہ تم میری طاقت کو سمجھ

نہیں سکتے، میری طاقت اس سے بہت زیادہ ہے جو خیال کی جاتی ہے اور اس کے اظہار کے لئے اُس نے سر کو کھڑکی کی طرف ذرا سی جُنبش دی جسے دیکھتے ہی اُس طرف کے دونوں پہریداروں نے چالیس پچاس فٹ کی بلندی سے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا اور بالکل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اس پر اُس نے کہا یہ مت خیال کرو کہ یہ لوگ اپنے انجام سے واقف نہ تھے اور اس کا ثبوت پیش کرنے کے لئے اس نے سر کو دوسری طرف جُنبش دی اور اِس پر اُس طرف کے پہریداروں نے بھی اپنے آپ کو یکدم نیچے گرا دیا اور گرتے ہی مر گئے۔ عیسائی بادشاہ تو یہ دیکھ کر اس قدر گھبرایا کہ اُس نے کہا اِس وقت میری طبیعت خراب ہے میں سفیر کے ذریعہ بات چیت کروں گا لیکن اس قدر بڑی قربانیوں کے باوجود باطنیوں نے چونکہ ناجائز ذرائع اختیار کئے، اس لئے وہ کوئی بڑا کارنامہ نہ کر سکے۔ پس کامیابی کے لئے ایک طرف تو باطنیوں سے زیادہ قربانی کی روح چاہئے۔ رسول کریم ﷺ نے جب صحابہ کرام سے دریافت کیا کہ جنگ کے بارہ میں ان کی کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ سامنے سمندر ہے حضور حکم دیں تو ہم گھوڑے سمندر میں ڈال دیں۔ [۷] حالانکہ سمندر میں گھوڑا ڈالنے پر کسے خیال ہو سکتا تھا کہ وہ دوسرے ساحل پر جا پہنچے گا۔ اس کا مطلب یقینی موت تھی مگر صحابہ اس پر بالکل آمادہ تھے پس ایک طرف تو یہ روح ضروری ہے اور دوسری طرف نیکی بھی ضروری ہے۔ جب تک انسان نیکی اختیار نہ کرے اُس وقت تک وہ افسردگی اور افسوس تو پیدا کر سکتا ہے مگر ہمدردی نہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے جو جماعتیں قائم ہوتی ہیں ان کا فرض یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کو اپنے ساتھ شامل کریں اور افسردگی و افسوس پیدا کر دینے سے کوئی قریب نہیں آتا بلکہ لوگ دُور بھاگتے ہیں۔ مؤمن کا کام یہ ہے کہ ایسے ذرائع اختیار کرے کہ دل اس کی طرف مائل ہوں پس تم بدلہ لو مگر ایسی شرافت سے کہ دنیا یہ سمجھے کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے خود حفاظتی کے لئے کیا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور جسے دیکھ کر ہر شخص کہہ اُٹھے کہ یہ ایسا نمونہ ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

پس پہلی بات تو یہ ہے کہ اچھے لیڈر رہوں اور ایسے لیڈر تلاش کرو جن پر تمہیں یقین اور اعتماد ہو اور پھر ان کو قربان کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اگر کوئی منافق آ کر کہے کہ یہ پیچھے رہتے ہیں تو اس سے کہہ دو کہ انہیں پیچھے ہی رہنا چاہئے بلکہ اگر وہ آگے آنا چاہیں تو بھی ہم انہیں آگے نہ آنے دیں گے۔ تیسرے یہ کہ جو ذرائع اختیار کرو وہ نیکی اور تقویٰ کے ذرائع ہوں۔ چوتھی نصیحت میں یہ کرتا ہوں کہ

اپنی تنظیم کو وسیع کرو اس کے دو ذرائع ہو سکتے ہیں ۔ اِس وقت ہماری جو مخالفت ہو رہی ہے اس کے ہوتے ہوئے امید نہیں کی جاسکتی کہ دوسرے لوگ سیاسی کام کے لئے بھی ہماری ایسی مجالس میں شریک ہو جائیں گے جن کا مقصد یہ بھی ہو کہ سلسلہ احمدیہ کی حفاظت کی جائے ۔ ہوسکتا ہے بعض لوگ شامل ہو بھی جائیں مگر بہت کم ہونگے اس لئے میں دو تجویزیں بتاتا ہوں ایک تو یہ کہ جہاں جہاں جماعتیں ہیں وہ اپنے اپنے ہاں لیگیں قائم کریں لیکن اس طرح دوسرے لوگ چونکہ کم شامل ہونگے اس لئے دوسری تجویز یہ ہے کہ ان کی ایک اور اقتصادی شاخ قائم کی جائے جو نیشنل لیگ کے عام نظام سے الگ ہو اور اس کا کام مصیبت زدوں سے ہمدردی ہو مثلاً اس وقت زمیندار بے چارے سخت مصیبت میں ہیں، ان کی اقتصادی حالت اچھی نہیں، وہ قرضوں کے بوجھ کے نیچے دبے ہوئے ہیں مگر حکومت سب سے کم توجہ ان کی طرف کرتی ہے ۔ لائل پور میں زمیندارہ کانفرنس ہوئی تھی تو اس کے لئے میں نے ایک مضمون لکھا تھا گورنمنٹ نے اس کے وہ حصے جو اس کے مفید مطلب تھے کسی اور کے نام سے ہزارہا کی تعداد میں شائع کر کے تقسیم کئے تھے اسی طرح دوسرے لوگوں نے بھی اپنے اپنے مفید مطلب حصص علیحدہ علیحدہ شائع کئے تھے اور اس طرح اس کی اشاعت ملک میں کئی لاکھ کی ہو گئی تھی ۔ اس میں زمینداروں کی ترقی کی بعض تجاویز تھیں جن پر اگر عمل کیا جائے تو زمینداروں کی حالت بہتر ہوسکتی ہے ۔ پس ایک سب کمیٹی ایسی بنائی جائے جس کا کام ہی یہ ہو کہ ویسی ہی کمیٹیاں مختلف مقامات پر قائم کرے اس میں ہر قوم وملت کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں ۔ جب میرا مضمون زمیندارہ کانفرنس لائل پور میں پڑھا گیا تو بعض علاقوں سے سکھوں نے یہ خواہش کی کہ اگر آپ راہنمائی کریں تو ہم کام کرنے کے لئے تیار ہیں مگر چونکہ صرف سکھوں کی طرف سے اس پر عمل نقصان دہ ہوسکتا تھا کیونکہ جب تک پورے طور پر اعتماد نہ ہو کام نہیں چل سکتا اس لئے یہ تحریک نہ چل سکی سوائے اس کے کہ اضلاع راولپنڈی اور کیمبل پور کے زمینداروں کے ایک بڑے مجمع میں جس کی تعداد بیس ہزار بتائی جاتی ہے وہ مضمون پڑھا گیا اور پاس کیا گیا کہ اس کے بغیر ہماری ترقی محال ہے پس ایسی سب کمیٹیوں میں جن کا کسی سیاسی پروگرام سے تعلق نہ ہو ہندو اور سکھ بھی شامل ہو سکتے ہیں ۔ پنجاب کے ہندو یہ سمجھتے ہیں کہ جو تحریک زمینداروں کے فائدہ کے لئے ہو اس سے صرف مسلمان ہی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں حالانکہ دوسرے صوبوں میں سب بڑے بڑے زمیندار ہندو ہیں اگر ایک صوبہ میں یا اگر سرحد کو بھی شامل کر لیا

جائے تو دو میں مسلمانوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے باقی سب صوبوں میں تو ہندوؤں کا فائدہ ہے۔ آبادی کے لحاظ سے بھی برما کو علیحدہ کر کے ہندوستان کی آبادی ۳۲ کروڑ ہے اور پنجاب و سرحد کی پونے تین کروڑ۔ گویا دسویں حصہ سے بھی کم ہے۔ پھر اس میں ہندو اور سکھ زمیندار ہیں اور ان کو نکال کر مسلمانوں کا حصہ سولہواں سترواں ہوتا ہے گویا سارے ملک میں مسلمان زمیندار اتنی تعداد میں ہیں کیونکہ پنجاب سے باہر دوسرے صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت انہیں اقوام پر مشتمل ہے جنہیں کمین سمجھا جاتا ہے اس لئے پنجاب میں زمینداروں کی ترقی کے لئے جو سکیم ہو اس میں اگر ہندو شامل ہو جائیں تو وہ باقی صوبوں میں ان کے لئے فائدہ کا موجب ہوگی۔ پس زمینداروں کی ترقی کا سوال قومی نہیں بلکہ خالص ہندوستانی ہے اور اگر اس کا پورے طور پر اعلان کیا جائے تو ہندوؤں کی تجارتی قومیں بھی اس میں شامل ہوسکتی ہیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ زمیندار بنیوں کی بھینس ہیں اور کوئی بھینس بغیر چارہ کے دودھ نہیں دے سکتی۔ ہر شخص کوشش یہی کرتا ہے کہ کچھ زیادہ خرچ کر کے بھی ایسی بھینس حاصل کرے جو زیادہ دودھ دیتی ہو کیونکہ جو زیادہ دودھ نہیں دیتی اور جو دیتی ہے ان پر چارے کا خرچ یکساں ہی ہوگا۔ اس طرح بنیوں کا فائدہ اسی میں ہے کہ زمینداروں کی مالی حالت اچھی ہو۔ مثلاً آج اگر زمیندار کہہ دیں کہ ہم قرض ادا نہیں کر سکتے تو ساہوکار کیا کر سکتے ہیں لیکن زمیندار اگر آسودہ حال ہو جائیں تو قرضہ کی وصولی کی زیادہ امید ہوسکتی ہے پس اگر عقلمندی سے تاجر اقوام کو سمجھایا جائے تو وہ بھی ایسی تحریک سے ہمدردی کریں گی اور اس طرح لیگ اتنا وسیع کام کرسکتی ہے کہ ہر شخص اس کا ممنون ہوگا، یہ کام نیشنل لیگ کے سِوا کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ گاندھی جی نے تو اس طرف توجہ کی تھی مگر وہ سودخور لوگوں سے اتنا ڈرتے ہیں کہ یہ کام نہیں کر سکتے وہ ان کے جال میں بالکل بند ہیں۔ ان کے علاوہ کسان سبھائیں بھی ہیں مگر وہ بھی یہ کام نہیں کرسکتیں کیونکہ وہ بولشویک روس کی طرح بغاوت پیدا کرنا چاہتی ہیں اور کامیابی درمیانی راہ سے ہی ہوسکتی ہے اور اسے لیگ ہی اختیار کرسکتی ہے۔

پانچویں نصیحت یہ ہے کہ ہر کام کرنے کے لئے اعضاء کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے پندرہ سے چالیس سال تک تمام دوستوں کی تنظیم کی جائے اور احمدیہ کور کے اصول پر کوریں بنائی جائیں جن کا کام یہ ہو کہ ہر غریب اور مسکین کی امداد کریں۔ کسی کا بچہ گم ہو جائے، کوئی ڈوب رہا ہو تو اُس کی مدد کریں۔ کہیں آگ لگے تو اسے فرو کرنے کی کوشش کریں، انہیں تیرنا سکھایا جائے اور ایسے رفاہِ عام کے

کام کرائے جائیں جیسے سٹیشنوں پر جا کر پانی پلانا ہے، جن مقامات پر ریلوے سٹیشن ہیں وہاں کے دوست سٹیشنوں پر جا کر پانی پلائیں، کسی کا بچہ گم ہو جائے، اسباب گم ہو جائے تو تلاش میں مدد دیں تا انہیں خدمت کی عادت پیدا ہو۔ یاد رکھو جس قوم کو خدمت کرنے کی عادت نہ ہو وہ ہمیشہ وقت پر فیل ہو جاتی ہے محض ارادہ کسی کام نہیں آسکتا۔ رسول کریم ﷺ کے صحابہ سے زیادہ پختہ ارادہ اور کس کا ہو سکتا ہے مگر آپ بھی ہمیشہ فوجی پریکٹس کراتے رہتے تھے حتّٰی کہ مسجد میں بھی کراتے تھے۔ ایک دفعہ حبشہ کے لوگوں کو آپ نے بلایا اور ان سے فرمایا کہ فوجی کرتب دکھاؤ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم بھی دیکھنا چاہتی ہو تو میرے کندھے کے پیچھے کھڑے ہو کر دیکھو۔[8]

اسی طرح ایک دفعہ آپ باہر گئے تو صحابہ تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے۔ آپ نے کہا یوں کرو کہ دو گروہ ہو کر آپس میں مقابلہ کرو، پھر ایک گروہ میں آپ بھی شامل ہو گئے۔ اس پر دوسرے فریق نے کمانیں رکھ دیں۔ آپ نے فرمایا یہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور کے مقابل پر ہم کس طرح تیر چلا سکتے ہیں؟ آپ ہنس پڑے اور الگ ہو گئے۔[9] تو ہر کام مشق سے ہوتا ہے تم یہ خیال کرتے ہو کہ ایک زمانہ میں جب طوفان آئے گا اور دنیا غرق ہونے لگے گی اُس وقت تم اسے بچا لو گے یہ کبھی نہیں ہو سکتا اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر روز تھوڑی تھوڑی مشق کرتے رہو۔ وطن کی، عزیز و اقارب کی، اوقات کی، جان و اموال کی قربانی کی عادت ڈالو، روزانہ تھوڑا تھوڑا وقت کام کرو، سالانہ پارٹیاں بنا کر پروپیگنڈا کے لئے جاؤ۔ مثلاً چند احباب اکٹھے ہو کر بائیسکلوں پر جائیں اور مدراس کا دَورہ کریں، مرہٹہ علاقہ تک گاڑی میں جائیں اور آگے بائیسکلوں پر دورہ کریں۔ پہلے سال وہ پارٹی صرف یہ لیکچر دے کہ تنظیم کرو، دوسرے سال لوگ ان کے واقف ہو چکے ہوں گے اور ان کی تحریک پر فوراً عملی تنظیم کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ پس ضرورت اس بات کی ہے کہ کچھ کام کر کے دکھاؤ۔ گاندھی جی کی نقل کر کے حکومت نے بھی کچھ روپیہ دیہات کی اصلاح کے لئے تجویز کیا ہے مگر وہ روپیہ بھی برباد ہو جائے گا، کچھ بڑے بڑے افسروں کی تنخواہوں میں چلا جائے گا اور کچھ دفتری ساز و سامان اور میزوں کرسیوں کی خرید میں۔ میں ایک دفعہ گورداسپور کا زراعتی فارم دیکھنے گیا فارم کے ڈپٹی صاحب جو آج کل ایک بڑے افسر ہیں مجھے فارم دکھا رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ زمیندار آتے تھے، جُھک کر سلام کرتے اور کُود کر الگ ہو جاتے۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ لوگ آپ سے فائدہ کیا

اُٹھا سکتے ہیں یہ تو آپ کو ہوّا سمجھتے ہیں۔ حکومت جب تک ایسے افسر مقرر نہیں کرتی جو اِن میں سے ہوں اور ان کی جگہوں پر جا کر ان سے بات چیت کریں یہ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ ان لوگوں کو تجربات سرکاری خرچ پر کرانے چاہئیں۔ مثلاً زراعت کا محکمہ کسی کی حوصلہ افزائی اس طرح کرسکتا ہے کہ چلو تم فلاں بیج کا تجربہ کرو، لگان ہم دے دیں گے اور کام بھی ہم کر دیں گے۔ مصیبت یہ ہے کہ ہمارے ملک میں تحریکیں بہت ہیں مگر کام کرنے والے کم ہیں۔ شملہ میں ایک بڑے لیڈر نے ایک دفعہ مجھ سے پوچھا کہ ہندوستان کا مستقبل کس طرح درست ہوسکتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اگر تھوڑے سے سپاہی مل جائیں۔ وہ بہت حیران ہوا کہ ہندوستان کی آبادی ۳۳ کروڑ ہے کیا تھوڑے سے سپاہی بھی نہیں مل سکتے۔ میں نے کہا کہ ہمارے ملک میں ہر ایک لیڈر رہوتا ہے سپاہی کوئی نہیں بنتا اگر ایک کروڑ سپاہی ہو، ایک کروڑ نہ سہی پچاس لاکھ ہی ہو، پچاس لاکھ نہ سہی ۳۵ لاکھ ہی ہوں، بلکہ ایک لاکھ کام کرنے والے بھی ہوں تو ملک کی حالت بدل سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقل سے کام کرنے والے ہوں سؤر کی طرح حملہ نہ کریں جو سیدھا جاتا اور نیزہ کھالیتا ہے۔ پس ہر مقام پر احمدیہ کوریں بنائیں جو زیادہ تر رفاہِ عام کے کاموں کی مشق کریں اور جو اپنے عمل سے ثابت کر دیں کہ ان کی نگاہ میں ہندو، مسلم، سکھ کا کوئی امتیاز نہیں۔

یہ پانچ موٹے اصول ہیں جو مَیں بتاتا ہوں ان پر اگر عمل کرو تو ان کے اندر بہت سا مواد تم کو ملے گا۔ یہ لفظ تھوڑے ہیں مگر مطالب بہت وسیع رکھتے ہیں ان پر اگر عمل کرو تو بہت بڑے تغیرات پیدا کر سکتے ہو۔ باقی رہا تقدیر کا پہلو سو اس کے متعلق یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا مأمور بھیج کر جو اس قدر عظیم الشان تفرقہ پیدا کر دیا ہے وہ بلا وجہ نہیں ہوسکتا۔ ہمارے مخالف خواہ کتنی بھی شرارت کریں لیکن اس میں کیا شبہ ہے کہ ہم ایسی باتیں ضرور کرتے ہیں جو انہیں بُری لگتی ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی زندگی میں رسول کریم ﷺ کی ہتک ہے مگر وہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے اسلام کا کچھ رہ ہی نہیں جاتا۔ فِی زمانہ مسلمان تجارت، زراعت، صنعت وحرفت، تعلیم، اخلاق، مال و دولت غرضیکہ ہر لحاظ سے تباہ حال ہیں ان کے لئے صرف ایک ہی سہارا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونگے اور کفار سے سب کچھ زبردستی چھین کر مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے۔ اب ایک شخص اگر یہ سمجھے بیٹھا ہو کہ فلاں آدمی جب مرے گا تو ساری جائداد مجھے دے دے گا لیکن

وہ کہہ دے کہ میں نے فلاں کے حق میں ساری جائداد کی وصیت کر دی ہے تو اسے کتنا افسوس ہوگا یہی حال مسلمانوں کا ہے وہ سمجھے بیٹھے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے آئیں گے تو غیر مسلموں کا سب کچھ ہمارے حوالے کر دیں گے لیکن ہم نے ان کے یہ سب خواب پریشان کر دیئے۔ غور کرو ان کے نقطۂ نگاہ سے یہ کتنا بڑا ظلم ہے جو ہم نے ان پر کیا۔ کئی ایک کی خیالی بادشاہتیں، کئی ایک کی تجارت اور کئی ایک کی بڑی بڑی زمینداریاں ہم نے ان سے چھین لیں اور وہ چیزیں جن پر وہ امید لگائے بیٹھے تھے، پھر غیروں کے قبضہ میں چلی گئیں اور اس طرح ہم ان کے لئے کس قدر اذیّت کا موجب ہوئے ہیں اور ایسی حالت میں انکو اگر ہم پر غصہ آئے تو وہ ایک حد تک مجبور ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو اس طرح ان کی امیدوں کو توڑا ہے اس کے مقابل پر اگر وہ کوئی چیز قائم نہیں کرنا چاہتا تو اس کی کیا ضرورت تھی۔ پس وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ پیدا کرنی چاہتا ہے وہ نیکی، تقویٰ، دیانت اور امانت ہے اور تمہیں چاہئے کہ غور کرو کیا تم نے ان چیزوں کو قائم کر لیا ہے اگر نہیں تو اس قدر مخلوق کی امیدوں کو توڑنا، زلازل لانا، آگیں لگانا، کوئی معمولی بات نہیں۔ کیا وہ رحیم ہستی جو ذلیل سے ذلیل اور گنہگار سے گنہگار انسان کو بھی اپنے دامنِ رحمت میں چھپا لیتی ہے اس نے یہ تباہی کے سامان یونہی پیدا کر دیئے ہیں۔ کیا تم اپنے آپ کو اتنا پاکیزہ سمجھتے ہو کہ یہ سب کچھ تمہاری خاطر ہو رہا ہے۔ کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ تمہاری خاطر خدا نے دنیا کو تباہ کرنے کی ٹھان لی ہے۔ جب تک تم اپنے عمل سے یہ ثابت نہ کرو کہ دنیا میں سے ہر شخص کا مال، ہر شخص کی عزت و آبرو تمہارے ہاتھوں میں محفوظ ہے جب تک تم دوسروں کے لئے اپنی جان دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے خدا تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے کہ پہلے ظالموں کو مٹا کر ان کی جگہ اور ظالم ہی قائم کرے۔ خدا تعالیٰ نیکی اور تقویٰ چاہتا ہے جب تم اسے قائم کرنے والے بن جاؤ گے اُسی دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے ایسی نصرت نازل ہوگی کہ دشمن خود بخود دجھاگ کی طرح بیٹھ جائیں گے۔ دنیا کی حکومتیں، وزارتیں اور جائدادیں سب ہمارے لئے ہیں مگر ہم ابھی اس معیار سے نیچے ہیں جو اللہ تعالیٰ قائم کرنا چاہتا ہے اور اگر اسے قائم کئے بغیر ہمیں یہ چیزیں مل جائیں تو اللہ تعالیٰ پر اعتراض آتا ہے کہ اُس نے ایک ظالم کو مٹا کر اس کی جگہ دوسرا قائم کر دیا پس جس وقت تک تمہارے دلوں میں جھوٹ، بد دیانتی، فریب، دغا، فساد وغیرہ کی کوئی ملونی بھی باقی ہے اُس وقت تک تم کسی کامیابی کے مستحق نہیں ہو۔ جب تک اپنے دلوں کو پاک نہ کرو تم کسی فتح کے مستحق نہیں

ہو سکتے۔ پس ضروری ہے کہ تقدیروں کو بدلنے کے لئے قربانیاں کرو جہاں لیگ تدبیروں سے کام لے تم اپنے نفسوں کو بدل دو، تم میں کوئی جھوٹا اور فریبی نہ ہو، کوئی بددیانت نہ ہو، کوئی فسادی نہ ہو۔ تمہارا امام ہونے کی حیثیت سے مجھے تمہارے لئے سب سے زیادہ غیرت ہے مگر میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ تم اس معیار پر پہنچ چکے ہو کہ خدا تعالیٰ دوسروں کو مٹا کر تمہیں ان کی جگہ قائم کر دے اور جب مَیں جو تمہارا امام ہوں یہ خیال رکھتا ہوں تو دوسروں پر تمہارا کیا اثر پڑ سکتا ہے پس میری آخری نصیحت یہ ہے کہ تقدیروں کو بدل دو اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ تمہارے سچ کے مقابلہ میں کسی کا سچ، تمہارے عدل و انصاف کے مقابلہ میں کسی کا عدل و انصاف، تمہاری دیانت کے مقابلہ میں کسی کی دیانت ویسی ہی ماند پڑ جائے جیسے سورج کے مقابل میں دِیا۔ تمہاری ہمدردی سگے والدین سے بھی زیادہ ہو اور جس دن تم ایسے ہو جاؤ گے اللہ تعالیٰ تمہاری خاطر دنیا کو تباہ کرنے میں اتنا بھی درد محسوس نہیں کرے گا جتنا تم اس مچھر کو مارتے ہوئے کرتے ہو جو رات کو کاٹ کر تمہیں ستاتا ہے۔

(الفضل ۱۶ راگست ۱۹۳۵ء)

---

۱ وَاِذَا رَاَیۡتَهُمۡ تُعۡجِبُکَ اَجۡسَامُهُمۡ وَاِنۡ یَّقُوۡلُوۡا تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِهِمۡ کَاَنَّهُمۡ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ یَحۡسَبُوۡنَ کُلَّ صَیۡحَةٍ عَلَیۡهِمۡ هُمُ الۡعَدُوُّ فَاحۡذَرۡهُمۡ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ (المنافقون ۵:)

۲ مسلم کتاب البرّ و الصلة والادب باب فضل الاحسان الی البنات

۳ النساء ۵۹:

۴ مسلم کتاب الجهاد والسیر باب غزوة حنین

۵ بخاری کتاب المغازی باب قصة غزوة بدر۔

۶ المائدة ۲۵:

۷ بخاری کتاب المغازی باب قصة غزوه بدر

۸ بخاری کتاب المناقب باب قصة الحبش و قول النبی ﷺ یا بَنِی اَرۡفِدَةَ

۹ بخاری کتاب الجهاد باب التحریض علی الرمی